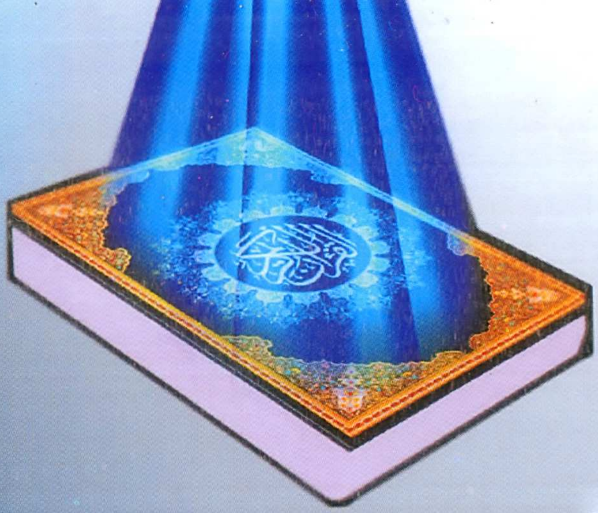


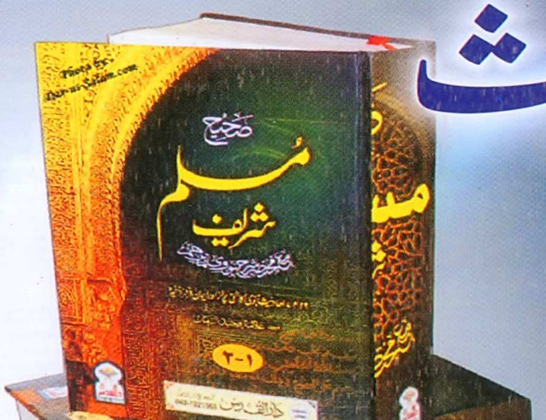
بسم اللہ الرحمن الرحیم

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ط وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ہ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہچانے والا ہے گو کافر برا مانیں



تحفۂ منکرین حدیث



ابو واقد طاہر احمد

تقریظ: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف دار السلام لاہور

مقدمہ: محمد افضل محمدی حفظہ اللہ

تحفه
منکرین
حدیث

حدیث بھی قرآن ھی کی طرح حجت شرعیه ھے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب ۲۱)

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات گرامی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے''۔

یہ بہترین نمونہ (اسوۂ حسنہ) یقیناً قرآن سے ایک الگ چیز ہے۔لیکن الگ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن کی طرح حجت شرعیہ نہیں، اس لیے کہ وہ الگ ہونے کے باوجود قرآن کی وہ قولی اور عملی تشریح ہی ہے جو وحی الٰہی ہی کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے بیان یا اختیار فرمائی ہے۔ثم ان علینا بیانه (القیامة) وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم)

اس لیے یہ تشریح وتوضیح قرآن بھی، جسے حدیث یا سنت کہا جاتا ہے، قرآن ہی کی طرح حجت شرعیہ ہے۔ ان دونوں کی حیثیت یکساں اور دونوں کا ماننا فرض و واجب ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم اور ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو نہ سمجھا جاسکتا ہے اور نہ اس پر عمل ہی کیا جاسکتا ہے۔

بنا بریں جو لوگ حدیث رسول کی حجیت کے منکر ہیں، یا اس کو مشکوک قرار دے کر یا اپنے خود ساختہ اصولوں کے خلاف باور کرا کر رد کرتے ہیں، وہ نہ قرآن کے ماننے کے دعوے میں سچے ہیں اور نہ ان کا اللہ اور یوم آخرت پر یقین ہی ہے ـهذا تم الله تعالیٰ

صلاح الدین یوسف
مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف
دارالسلام لاہور۔ 11 اگست 2014ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

جب بھی کسی شخص یا جماعت نے صحابہ و تابعین کے منہج سے روگردانی کرتے ہوئے ایک نئے نظریہ کی بنیاد ڈالی ہے وہاں سے ایک نئے فرقے کی ابتدا ہوئی ہے۔

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ الۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ①

ترجمہ: جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے۔ ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی پہچان کا یہ آسان نسخہ بیان فرمایا ہے۔

وَالسّٰبِقُونَ الۡأَوَّلُونَ مِنَ الۡمُهٰجِرِينَ وَالۡأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوا عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِي تَحۡتَهَا الۡأَنۡهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيمُ ②

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ انکے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے انکے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

حق اور باطل کے درمیان تمیز کی اگر یہ بنیادی علامت (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَانٍ) پر غور کیا جائے تو کسی لمبی چوڑی بحث و جدل کی تکلفات اٹھائے بغیر ایک شخص صراط مستقیم پر پہنچ کر ان خوش نصیبوں کے قافلہ میں شامل ہو سکتا ہے جو چودہ صدیوں سے اسی راستے کے مسافر ہیں۔

اس راستے سے بھٹک کر مختلف راستے اختیار کرنے والے تمام گمراہ فرقوں میں

---

① سورة النساء : 115

② سورة التوبه : 100

ایک بنیادی قدر مشترک آپکو ضرور ملے گی ، یعنی حدیث رسول اللہ ﷺ کے اصل مقام اور اسکی حیثیت سے انکار۔

بعض نے تو اعلانیہ طور پر احادیث کے تشریعی مقام سے انکار کیا ہے اور اسکے لئے انہوں نے کچھ اس طرح کی شعبدہ بازیوں کا سہارا لیا ہے :

☆ احادیث دو صدیوں کے بعد لکھی گئیں ہیں۔

☆ احادیث کے اندر تضاد ہے۔

☆ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔

☆ احادیث میں عجیب وغریب حیا باختہ ایسی روایات ہیں جن کو پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔

☆ یہ تو عجمیوں کی سازش ہے۔

☆ اکثر احادیث عقل انسانی کے خلاف ہیں۔

حالانکہ یہ اور اس طرح کی دیگر باتیں (ذٰلِکَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ) کی طرح محض انکی موشگافیاں ہیں۔ اہل علم وقلم اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعے ان تمام مغالطات کی حقیقت واضح کرتے آرہے ہیں۔

انکے علاوہ دیگر باطل گروہوں نے (یضاهئون قول الذین کفروا من قبل) کے مصداق بظاہر تو احادیث کا شرعی مقام تسلیم کیا ہے لیکن انہوں نے اپنے خود ساختہ اصولوں کے ذریعے ذخیرہ احادیث کو تقریباً مہمل بنا دیا ہے۔

میں دین کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ اپنے انتہائی چھوٹے سے تجربہ کو سامنے رکھتے ہوئے ڈرڈر کر یہ بات کہنا چاہوں گا کہ ان خودساختہ اصولوں کے دروازے وہاں سے کھلتے ہیں جہاں سے نبی ﷺ سے ثابت صحیح مرفوع احادیث کو قطعی اور ظنی کی اصطلاحات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کیا اس اصول نے ان تمام صحیح مرفوع احادیث کو محض اسلئے شک اور ریب کے دلدل میں پھینک نہیں دیا کہ وہ احادیث خبر واحد کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔۔۔؟

ممکن ہے کچھ محدثین نے مسئلہ تکفیر مسلم یا بعض دقیق فقہی اصول اور احکامات کی

پہچان کے لئے ان اصطلاحات کو استعمال کیا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس اصول نے خواہش پرست اہل رائے کو بے شمار ایسی فروعات نکالنے کا موقعہ دیا ہے جن کے نتیجہ میں احادیث کا ایک بڑا حصہ تقریباً معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

کیا خبر متواتر وحی ہے؟ جبکہ خبر واحد وحی مشکوک ہے۔۔۔؟ کہ جسکی بنیاد پر متواتر سے تو عقائد ثابت ہو سکتے ہیں لیکن خبر واحد کے اندر اتنا تیقن نہیں کہ ان احادیث سے عقائد ثابت ہو سکیں۔۔؟ اور نہ ہی خبر احاد میں اتنی مضبوطی ہے کہ انکے ذریعے خبر متواتر سے ثابت شدہ احکامات کی تخصیص کی جا سکے۔۔۔؟ نتیجتاً وحی کے اس گراں قدر حصہ کو محض استحباب کی حد تک محدود کرتے ہوئے ناقابل اعتناء بنا دیا جائے۔۔۔؟

پھر اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے مزید تقدم کرتے ہوئے کچھ اس طرح کی جرأت کا مظاہرہ کیا گیا ہے:

☆ ہر وہ آیت یا حدیث جو ہمارے فقہی مسلک سے ٹکرائے اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا اسکی تاویل کی جائے گی۔

☆ قیاس سے ٹکرانے والی حدیث کو تو چھوڑا جا سکتا ہے لیکن قیاس کے تقاضوں کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

☆ غیر فقیہ راوی کی روایت قبول نہ ہو گی۔ پھر اس اصول کی پاداش میں بعض جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محض اسلئے غیر فقیہ قرار دیا جائے کہ انہوں نے ایسی صحیح مرفوع روایات بیان کی ہیں جو ان ظالموں کے مسلک سے ٹکراتی ہیں۔

☆ اگر راوی کا عمل اسکی روایت سے ٹکرائے تو روایت کو چھوڑ کر اس راوی کے عمل کو لیا جائے گا۔

ان چند مثالوں کے علاوہ اس طرح کے کئی اور قوانین وضع کئے گئے جن سب کا مقصد اپنے آباء و اجداد کے موروثی دین اور نظریات کو تحفظ دینے کیلئے احادیث کے دائرہ کو انتہائی تنگ کر کے اسے محض ایک ایسا اسم بنا دیا جائے جو اپنے مسمیٰ کی حقیقت سے بالکل خالی ہو۔

یہ ظلم اپنی انتہا کو اس وقت پہنچتا ہے جب یہی لوگ جو ایک طرف تو حدیث

رسول ﷺ پر عمل کرنے کیلئے انتہائی سخت قیود اور شرائط لگاتے جاتے ہیں لیکن جب انکے امام کے قول اور فرامین کا مسئلہ ہوتو فوراً یہ اعلان کر دیا جائے ''قبول قول غیر بلا دلیل " اپنے امام کی بات کو بغیر کسی دلیل، شرط اور کسی قید کے بلا تحقیق آنکھیں بند کر کے قبول کرنا ہمارا دین (تقلید) ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ.

سوال یہ ہے کہ کیا سلف صالحین میں حدیث کا مطلقاً انکار یا حدیث کو قبول کرنے کیلئے ان تمام خود ساختہ اصولوں کا تصور بھی مل سکتا ہے ۔۔؟ اگر نہیں اور واقعتاً نہیں تو کیا یہ سبیل المومنین سے روگردانی نہیں ۔۔؟ اور کیا حدیث پر مختلف زاویوں اور حیلوں بہانوں سے حملہ کرنے والے یہ گروہ " وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ " میں شامل ہو سکتے ہیں ۔۔؟ یہ چند سوالات حق کی جستجو رکھنے والوں کیلئے انتہائی اہم اور غور طلب ہیں۔

حدیث رسول اللہ ﷺ فداہ أبی و أمی کا دفاع کرنا اہل حق کا نصب العین ہے۔ سلف صالحین سے لے کر آج تک اہل علم اپنی بساط کے مطابق اس میدان میں اپنا حق ادا کرتے آرہے ہیں۔

اسی سنت کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے بھائی نوجوان عالم دین مولا نا ابو واقد طاہر احمد نے منکرین حدیث کی اصلاح کے لئے یہ ایک مختصر مگر جامع مضمون مرتب کیا ہے۔ اس کتابچے کا نچوڑ ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ " قرآن کی طرح حدیث بھی منزل من اللہ " ہے اور جو لوگ قرآن کا نام لے کر حدیث رسول ﷺ پر مختلف طریقوں سے حملے کرتے آرہے ہیں وہ درحقیقت خود قرآن اور پوری شریعت مطہرہ کے در پردہ دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا ابو واقد طاہر احمد کے علم میں برکتیں نازل فرمائے۔ انکی اس سعی کو قبول فرما کر اس کتابچہ کو خلق کثیر کیلئے ذریعہ ہدایت بنا دے اور ان سے تاحیات دین رسول ﷺ کی خدمت لیتا رہے۔ آمین

ان ربی قریب مجیب

محمد افضل محمدی

مدرس مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ! فا عوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاستَمسِکُ بِا لَّذیُ اُوُ حِیَ اِلَیُکَ اِ نکَ عَلیٰ صِرَاطٍ مُستَقِیُم.

ہر دور میں دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف بڑی گہری سازشیں کیں کسی نے اللہ کا انکار کیا، کسی نے رسولوں کا انکار کیا اور کسی نے آسمانی کتابوں کا انکار کیا، لیکن ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام کی سازشوں کو ناکام کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بھیجا ہی ادیان باطلہ پر غالب کرنے کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے!

هُوَا لَّذِیُ اَرُسَلَ رَسُوُ لَهُ با لهُدیٰ وَدِینِ الُحَقّ لِیُظُهِرَ هُ عَلَی الدِّ یُنِ کُلّهِ وَلَوُ کَرِهَ الُمُشُرِ کُوُنَ.①

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے اور اگر چہ مشرکین ناخوش ہوں"۔

لہٰذا اس دور میں بھی دشمنان اسلام نے اسلام کے خلاف سازش کرتے ہوئے قرآن کا بڑے ہی عجیب انداز میں انکار کیا، وہ اس طرح کہ انہوں نے ایسی چیز کا انکار کیا جس کے بغیر قرآن کو سمجھنا ناممکن ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کیونکہ جب احادیث کا انکار ہو جائے گا تو شریعت کی باقی چیزوں کا انکار خود بخود ہو جائے گا۔ اس فتنے کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے 14 صدیوں پہلے ہی کر دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : **ألا انی اوتیت الکتاب و مثله معه ألا یو شک**

---

① الصف : 9

رجل شبعان علی اریکته یقول : علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فأحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه ، ألا لا یحل لکم الحمار الاهلی ولا کل ذی ناب من السبع .

ترجمہ : خبردار مجھے قرآن مجید اور اور اس طرح کی ایک اور چیز دی گئی ہے۔خبردار قریب ہے کہ ایک آسودہ آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر یہ کہے کہ تمہیں قرآن کافی ہے۔اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھواور اس میں جو حرام ہے اسے حرام سمجھو،غور سے سنو! تمہارے لئے پالتو گدھے کا گوشت اور کچلی والے درندے حرام ہیں۔(جن کا قرآن مین ذکرنہیں ہے)۔①

ایک اور حدیث میں فرمایا:

"ان ما حرم رسول الله ﷺ کما حرم اللّٰہ "

بیشک اللہ کے رسول ﷺ نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ اس طرح ہیں جیسے اللہ نے حرام کی ہیں۔②

اس لئے اس موضوع کو آسانی سے سمجھنے کے لئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

☆ پہلے حصہ میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ " حدیث وحی الٰہی ہے"۔

☆ دوسرے حصہ میں حفاظت حدیث پر دلائل پیش کیئے گئے ہیں۔

☆ تیسرے حصہ میں " احادیث پر اعتراضات کے جوابات " دیئے گئے ہیں۔

---

① ابوداؤد ، کتاب السنة ، باب فی لزوم السنة

② ترمذی ، کتاب العلم ، باب مانھی عنه ان یقال عند حدیث رسول الله ﷺ

پہلا حصہ

"حدیث وحی الٰہی ہے"

اللہ تعالیٰ کا فرمان!

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا ما یُوحٰی اِلَیَّ ①

(آپ کہہ دیجئے) میں صرف اسکی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

بلکہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ②

"اور نبی ﷺ اپنی خواہشات سے کچھ نہیں کہتے بلکہ صرف وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے"۔

یعنی نبی ﷺ دین کے متعلق اپنی زبان سے ایک لفظ بھی اپنی مرضی سے ادا نہیں کرتے بلکہ جو بھی آپکی زبان سے لفظ ادا ہوتا ہے وہ وحی الٰہی سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو چالیس (40) سال کی عمر میں نبوت ملی اور 63 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اس طرح نبی ﷺ نے 23 سالہ نبوت کا دور گزارا۔ ان 23 سالوں میں نبی ﷺ نے اپنی زبان سے دین کے متعلق جو بھی الفاظ ادا کیے وہ سب وحی الٰہی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی ﷺ نے اس 23 سالہ زندگی میں اپنی ازواج مطہرات سے کوئی دینی گفتگو نہیں کی؟ اگر کی ہے تو وہ بھی وحی الٰہی ہے۔

کیا نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی دینی مسائل نہیں سمجھائے؟ اگر سمجھائے تو وہ بھی وحی الٰہی ہیں۔

اب یہ تمام چیزیں قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں ہیں۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ سب احادیث میں ہیں اور احادیث وحی الٰہی ہیں۔

---

① یونس :15
② النجم :43

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں وحی کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ

رَسُولًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْم .①

"اور کسی بشر کیلئے لائق نہیں ہے کہ اللہ اس سے گفتگو کرے مگر وحی (الہام) کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے اور وہ اللہ کے اذن سے جو چاہے وحی کرے بے شک وہ بلند اور حکمت والا ہے"۔

اس آیت کے مطابق وحی کی ایک قسم یہ بنتی ہے کہ براہ راست نبی کے دل میں کسی بات کا القاء کیا جائے بغیر کسی فرشتے کے واسطے سے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ پردے کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے نبی سے ہم کلام ہو اور تیسری قسم یہ ہے کہ فرشتے (جبرائیل) کے ذریعے اپنا پیغام نبی تک پہنچائے۔

ان تینوں قسموں کی وحی کا استعمال آپ ﷺ کے حق میں ہوا ہے جیسا کہ اسی آیت سے متصل دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ②

"اسی طرح ہم نے آپکی طرف اپنے حکم کی وحی کی"

ان الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا تینوں اقسام کی وحی آپ ﷺ کی طرف کی گئی ہیں اور وحی کی تینوں اقسام امر الٰہی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن پاک ان تینوں اقسام میں سے کونسی قسم ہے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان!

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ①

---

① شوریٰ:51
② شوریٰ:52

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو جس نے آپ کے دل پر پیغام باری تعالیٰ (قرآن) اللہ کے حکم سے اتارا ہے"۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جبرائیل علیہ سلام کے ذریعے آپ ﷺ پر قرآن کو نازل کیا گیا۔ یعنی کہ یہ قرآن وحی کی تیسری قسم ہے۔ اور دوسرے مقام پر اسکی مزید وضاحت اس طرح آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان!

وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعَالَمِینo نَزَلَ بِهِ الرُّ وحُ الۡاَ مِیۡن o عَلیٰ قَلۡبِکَ لِتَکُو نَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنo ②

" اور بے شک یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین (جبرائیل) نے آپ (ﷺ) کے دل پر اتارا ہے۔ تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں"۔

ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس قرآن کو جبرائیل لے کر نازل ہوئے اور یہ قرآن وحی کی تیسری قسم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تین اقسام میں قرآن تیسری قسم ہے تو باقی دو اقسام کی وحی کہاں ہیں؟

اس بات کا اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ وحی کی باقی دو اقسام احادیث کی صورت میں ہیں اور احادیث وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ کتاب کے علاوہ اپنے انبیاء پر نازل کرتا ہے۔

☆ **اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا!**

---

① البقرة :97

② شعراء 192 تا194

"اِنَّا اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡكَ كَمَا اَوۡحَيۡنَا اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡ بَعۡدِهٖ ۚ وَاَوۡحَيۡنَا اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا" ①

"ہم نے آپکی طرف وحی بھیجی جس طرح کہ ہم نے وحی بھیجی تھی نوح اور ان کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اور ان کی اولاد کی طرف اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف۔ اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء علیہم السلام کے نام ذکر کیے اور فرمایا کہ جس طرح ہم نے انکی طرف وحی کی بالکل اسی طرح آپکی طرف بھی وحی کی ہے اور ظاہر ہے ان تمام انبیاء میں سے سب کو کتاب نہیں ملی۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کتاب کے علاوہ بھی انبیاء پر حدیث کی صورت میں وحی نازل کرتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"وَمَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَةَ الَّتِىۡ كُنۡتَ عَلَيۡهَآ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ يَّنۡقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيۡهِ" ②

"اور نہیں بنایا تھا ہم نے اس قبلہ کو جس پر آپ تھے مگر اسلئے کہ ہم الگ کر دیں اسکو جو رسول کی پیروی کرتا ہے ان لوگوں سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے ہیں"۔

اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ بیت اللہ سے پہلے جس قبلہ کی طرف لوگ نماز پڑھتے تھے اس کا بھی اللہ نے حکم دیا تھا اسلئے اللہ نے فرمایا "جَعَلۡنَا" یعنی

① النساء :163
② البقرة:143

جس کو ہم نے قبلہ بنایا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ پورے قرآن میں کہیں بھی اس حکم کا ذکر نہیں ہے کہ جس میں اللہ نے بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا کہا ہو۔

لٰہذا یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علاوہ بھی نبی ﷺ پر وحی نازل کی اور وہ احادیث کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ وَظَنُّوۡا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيۡهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ①

"اور تین شخصوں کے حال پر بھی غور کرو جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اسکے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر انکے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی توبہ کر سکیں بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کے حال کا ذکر کیا ہے۔اب پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیں ان تین شخصوں کے بارے میں قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ وہ کون تھے اور انکے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا۔

جبکہ اسکی وضاحت صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک میں ہے کہ وہ تین شخص کون تھے اور انکے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا۔

---

① توبہ :118

4- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِی وَالْقُرآنَ الْعَظِیمِ ①

"ہم نے آپکو بار بار دہرائی جانی والی سات آیات اور قرآن عظیم عنایت کیا"

بار بار دہرائی جانی والی سات آیات کونسی ہیں ؟پورے قرآن میں اسکی کوئی وضاحت نہیں ہے۔جبکہ صحیح بخاری کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان آیات سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔

5- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَا قْطَعُوا اَیْدِیَهُمَا ②

"مرد چوری کرے یا عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو"

عربی میں "ید" کا اطلاق انگلی سے بغل تک یعنی پورے بازو پر ہوتا ہے اب ہاتھ کونسا کاٹا جائے اور کہاں سے کاٹا جائے؟ اس بارے میں قرآن خاموش ہے جبکہ **صحیح بخاری ،کتاب الحدود ،باب قول اللّٰہ تعالیٰ " والسارق والسارقته فا قطعوا ایدیهما "** کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔

6- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ o اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمیٰo وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰیٓ o اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰیo اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰیo فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰیo ①

"وہ ترش رو ہوا اور منہ موڑ لیا۔(اس لئے) کہ اسکے پاس نابینا آیا۔تجھے کیا خبر شاید وہ اپنا تزکیہ کرتا یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی ۔جو بے پروائی کرتا ہے۔اسکی طرف تم پوری توجہ کرتے ہو"

---

① الحجر :87
② المائدہ :38

پورا قرآن پڑھ کر دیکھیں اور تلاش کریں کہ نبی ﷺ کے پاس کونسا نابینا آیا تھا؟ اور آپ نے کیوں منہ پھیر لیا تھا؟ اور جن کی طرف توجہ دے رہے تھے وہ کون لوگ تھے؟ قرآن میں کہیں بھی اس کی وضاحت نہیں ہے۔

جبکہ " جامع ترمذی۔ تفسیر سورۃ عبس" میں اسکی مکمل وضاحت موجود ہے کہ وہ نابینا کون تھا اور جن لوگوں کی طرف آپ ﷺ متوجہ تھے وہ کون لوگ تھے۔

-7 اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" ما قَطَعۡتُمۡ مِنۡ لِّینَةٍ اَوۡ تَرَ کۡتُمُوهَا قَا ئِمَةً عَلٰی اُصُولِهَا فَبِاِذۡ نِ اللّٰهِ " ②

" کھجور کے جو درخت تم نے کاٹے اور جو کھڑے رہنے دیے یہ اللہ کے حکم سے تھا"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب میرے حکم سے کیا گیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ پورے قرآن میں کہیں بھی اس واقعہ کی وضاحت نہیں ہے اور نہ ہی اس حکم کا ذکر ہے۔

جبکہ اس واقعہ کی مکمل وضاحت صحیح بخاری تفسیر سورۃ حشر میں موجود ہے۔

-8 اللہ تعالیٰ کا فرمان!

وَاِذۡاَسَرَّ النبیُّ اِلیٰ بعۡضِ اَزۡوَاجِهِ حَدِیثاً فَلَمَّا نَبَّأَ تۡ بِهِ وَ اَظۡهَرَ هُ اللّٰهُ عَلَیه عَرَّفَ بَعۡضَه وَاَعۡرَضَ عَنۡ بَعۡضٍ فَلَمَّا نَبَّأَ هَا بِه قالَتۡ مَنۡ اَنبأَ کَ هٰذا قَالَ نَبَّأَ نِیَ الۡعَلِیمُ الۡخَبِیرُ" ①

" اور (یاد کرو) جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کہی پھر جب اس (بیوی) نے بات (دوسری سے) کر دی اور اللہ نے اس سے رسول کو مطلع کیا تو نبی ﷺ نے اس بات کا کچھ حصہ بتایا اور کچھ سے اعراض کیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے

① سورۃ عبس: 1 تا 6
② الحشر :5

اس بات کی بیوی کو خبر دی تو اس نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر نے آگاہ کیا"۔

نبی ﷺ نے اپنی کونسی بیوی کو بات بتلائی؟ اور کونسی راز کی بات بتلائی؟ اور اس واقعہ کی کیا تفصیل ہے؟ پورے قرآن میں اس کا ذکر کہیں نہیں ہے۔

جبکہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں موجود ہے۔ دیکھیئے صحیح بخاری تفسیر سورۃ تحریم۔

9- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيكَ الكِتٰبَ وَ الحِكْمَةَ وعَلَّمَكَ مَا لَم تَكُنْ تَعْلَم ②

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب وحکمت نازل فرمائی اور وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کے نزول کا ذکر فرمایا: کتاب وحکمت۔ کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد حدیث ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں! **" فذكر الله الكتب وهو القرآن وذكر الحكمة فسمعت من ارضى من اهل العلم بالقرآن يقول : الحكمة سنة رسول الله ﷺ"③**

ترجمہ: **اس آیت میں اللہ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے وہ قرآن ہے اور جس حکمت کے بارے میں فرمایا ہے اس کے بارے میں قرآن کا علم رکھنے والے ان اہل علم سے میں نے سنا ہے جن کو میں پسند کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔**

---

① تحریم :3
② النساء :113
③ الرسالة :78

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: " **الحکمة یعنی السنة** ①

ہر مفسر نے حکمت سے مراد رسول اللہ کی سنت لیا ہے۔اس لئے یہ بات ثابت ہوئی کہ حدیث بھی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

10- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ" ②

جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تب سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ (12) ہے اور ان میں چار (4) مہینے حرمت والے ہیں جو کہ اللہ کی کتاب میں ہیں۔

پورے قرآن میں کہیں بھی ان بارہ (12) مہینوں کے نام موجود نہیں ہیں اور نہ ہی حرمت والے مہینوں کے نام مذکور ہیں۔جبکہ اللہ کا فرمان ہے " فی کتاب اللہ " کہ کتاب اللہ میں مذکور ہیں۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کتاب اللہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی ہیں۔اسلئے کہ ان 12 مہینوں کے نام اور حرمت والے مہینوں کی وضاحت صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ توبہ سے ہی ملتی ہے۔

کتاب اللّٰہ سے مراد کیا ہے؟

منکرین حدیث ایک حدیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جو کہ **صحیح بخاری**،

---

① تفسیر ابن کثیر
② توبہ :36

کتاب المغازی ، باب مرض النبی ﷺ میں ہے جس میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا" **حسبنا کتاب اللّٰہ**" کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے"

پہلی بات تو یہ ہے کہ منکرین حدیث کیلئے جائز نہیں کہ حدیث سے دلیل پکڑیں کیونکہ ان کے نزدیک احادیث نے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیا ہے اور خود وہ حجیت حدیث کے منکر بھی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ سے کیا مراد لیتے تھے؟

اسکی وضاحت **صحیح بخاری** میں ہی **کتاب المحاربین باب رجم الحبلیٰ** میں موجود ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ !"**رجم رسول اللّٰہ ﷺ ورجمنا بعده ،فاخشى ان طال بالناس زمان ان يقول قائل : واللّٰہ ما نجد آية الرجم فى كتاب اللّٰہ فيضلو ا بترک فريضتٍ انزلها اللّٰہ و الرجم فى كتاب اللّٰہ حق علىٰ من زنى اذا أُحصن** "

"**رسول اللہ ﷺ نے زنا کرنے والے کو رجم کیا اور ہم لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زانی کو رجم کرتے رہے۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایک مدت گذر جائے اور کوئی کہنے والا یوں کہے کہ اللہ کی قسم ! رجم کی آیت تو ہم اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے اور اللہ کا ایک فرض جس کو اس نے اتارا ترک کر کے گمراہ ہو جائے ،دیکھو (ہوشیار رہو) جو شادی شدہ مرد ہو یا عورت زنا کرے اس پر رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق و ثابت ہے**"

بقول عمر رضی اللہ عنہ کہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ آیئے پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیں اور تلاش کریں کہ "رجم کی سزا" کہاں ہے؟ آپکو کہیں نہیں ملے گی۔ کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کا کتاب اللہ سے مراد قرآن وسنت ہے۔

☆ عبداللہ ابن مسعودؓ بھی حدیث کو کتاب اللہ سمجھتے تھے۔

ایک عورت ام یعقوب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہا کہ " مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ ان عورتوں پر لعنت کرتے ہیں جو گودنے والی ، گدوانے والی ، چہرے کے بال اکھیڑنے والی اور خوبصورتی کیلئے دانتوں کو کشادہ کرنے والی ہیں۔

عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا :

"ومالی لا العن من لعن رسول اللہ ﷺ وفی کتاب اللہ "

میں کیوں نہ اس پر لعنت کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔

ام یعقوب نے کہا : " واللہ لقدقرأت مابین اللوحین فما وجدته"

اللہ کی قسم میں نے پورا قرآن پڑھ لیا مگر اس میں مجھے نہیں ملا۔

عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا:

واللّٰہ لئن قراَ تیه لقد وجدتیه " وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"

اللہ کی قسم اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ بات ضرور ملتی (اللہ کا فرمان) " جو تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ" ①

یعنی اب اس آیت کے تحت نبی ﷺ کا ہر فرمان کتاب اللہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ (جو کہ لونڈی تھی) کو کہا کہ میں تمہیں آزاد کرا دونگی اور ولاء میں لے لونگی ۔ بریرہؓ نے یہ بات اپنے مالک سے کی تو وہ راضی نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات نبی ﷺ سے بیان کی تو نبی ﷺ نے فرمایا :عائشہؓ! بریرہ کی

---

① صحیح بخاری ، کتاب اللباس باب المتنمصات

قیمت ادا کر کے اسے لے لو اور کہو کہ ولاء والی شرط بھی تسلیم کر لو کیونکہ ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کر دیا اسکے بعد نبی ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا:

" ما بال رجال یشتر طون شروطا لیست فی کتاب اللّٰہ . ماکان من شرط لیس فی کتاب اللّٰہ فھو باطل وان کان مائة شرط قضاء اللّٰہ احق و شرط اللّٰہ اوثق و انما الولاء لمن اعتق"

" ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ سب سے صحیح اور اللہ کی شرط سب سے مضبوط ہے۔ ولاء اسی کی ہے جو غلام کو آزاد کرتا ہے۔ ①

نبی ﷺ کے قول کے مطابق **" الولاء لمن اعتق "** کتاب اللہ کی شرط ہے جبکہ پورے قرآن میں یہ شرط کہیں نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ کتاب اللہ سے مراد صرف قرآن نہیں ہے بلکہ حدیث رسول ﷺ بھی ہے اس لئے کہ **"الولاء لمن اعتق"** حدیث میں ہے۔

11- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ②

"نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ کیلئے ادب سے کھڑے رہو"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ لیکن دن میں کتنی نمازیں ادا کرنی ہیں اور وسطیٰ نماز کونسی ہے؟ اسکی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

---

① صحیح بخاری ، کتاب الشروط . باب الشروط فی الولاء

② البقرة:238

اسکی مکمل وضاحت حدیث کے اندر موجود ہے۔دیکھیئے صحیح بخاری، کتاب الجہاد۔

12- اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" یٓاَ یُّھا الَّذِینَ آمَنُوا اِذا قُمتُم اِلَی الصَّلوٰۃِ فَا غسِلُوا وُجوھَکُم وَ اَیدِ یَکُم اِلَی الُمَرَافِقِ" ①

"اے ایمان والوں! جب تم نماز کا ارادہ کروتو اپنے چہرے کواور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولیا کرو"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ آیت مدنی ہے جبکہ نماز کا حکم مکہ میں ہی مل گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" وَاْ مُرْ اَھْلَکَ بِاالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْعَلَیھَا" ②

" اوراپنے گھر والوں کونماز کا حکم دیں اوراس پر پابند ہو جائیں"

اسی طرح ایک اورجگہ ارشادفرمایا!

"اَ قِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُ لُوکِ الشَّمْسِ اِلیٰ غَسَقِ الَّیلِ " ③

" نماز قائم کروسورج ڈھلنے کے وقت سے رات اندھیرے تک"

ان دونوں آیتوں میں اللہ نے نماز کا حکم دیا ہے اور یہ آیتیں مکی ہیں۔

تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مکہ میں جتنی نمازیں پڑھیں وہ سب بغیر وضوء کے پڑھیں؟ کیونکہ وضوء کا حکم تو مدینے میں نازل ہوا تھا،نہیں بلکہ ہمیں یہ بات ماننی پڑے گی کہ وضوء کا حکم مکہ میں ہی نازل ہوا تھا اور وہ حدیث کی صورت میں نازل ہوا تھاوگرنہ نبی ﷺ اورصحابہ کرامؓ بغیر وضوء

---

① المائدہ :6

② طحہ :132

③ بنی اسرائیل :78

کے نماز کیسے پڑھ سکتے تھے۔

کیا قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے؟

منکرین حدیث قرآن کی ایک آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے وہ آیت یہ ہے۔

" وَ نَزَّلْنَا عَلَيكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيءٍ" ①

" اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے"

اسلئے جب قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے تو پھر حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی واضح جملہ تورات کیلئے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان!

" ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي اَحْسَنَ و تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيءٍ" ②

" پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی تاکہ اچھے عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے"

اب اس آیت میں اللہ نے تورات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ **"تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيءٍ"** کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔اگر منکرین حدیث کا اعتراض یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کے متعلق فرمایا کہ **"تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيءٍ"** لہذا اب قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

تو پھر جو اللہ نے تورات کے متعلق فرمایا کہ **" تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيءٍ "** ۔تو پھر تورات کے بعد قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ جو انکا جواب قرآن کیلئے ہے وہی ہمارا جواب احادیث رسول ﷺ کے لیے ہے۔

---

① النحل :89

② انعام:154

13- اللہ تعالیٰ کا فرمان !

" قُلْ لَا اَجِدُ فِی مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ " ①

" آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کیلئے جو اسکو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کیلئے نامزد کر دیا گیا ہو"

اس آیت میں صرف چار (4) چیزوں کی حرمت کے بارے میں آیا ہے اور فرمایا کہ میں ان کے علاوہ کسی چیز کو حرام نہیں پاتا۔

منکرین حدیث سے ہمارا سوال ہے کہ اللہ نے مردار کو حرام کیا ہے۔ کیا منکرین حدیث مچھلی نہیں کھاتے ؟ اگر کھاتے ہیں تو گویا کہ قرآن کی رو سے وہ حرام کھاتے ہیں۔ اسکے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کو ہر آدمی حرام سمجھتا ہے جیسے گدھا، کتا وغیرہ۔ جبکہ اس آیت میں صرف چار چیزوں کا ذکر ہے۔

اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن میں ہر چیز کی وضاحت نہیں ہے اسی لیے اللہ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے کہ :

" وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ ②

" اور ہم نے آپکی طرف یہ ذکر اس لیے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان کر دیں جو انکی طرف اتاری گئی ہیں۔

اگر قرآن میں ہر چیز کی وضاحت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے یہ ارشاد نہیں فرماتا کہ آپ وضاحت کے ساتھ ان کے سامنے بیان کر دیں۔

---

① انعام:145 ② النحل :44

دوسرا حصہ

حفاظت حدیث

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ احادیث نبی ﷺ کے ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں ہیں۔ لہٰذا یہ معتبر نہیں ہیں جبکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ احادیث نبی ﷺ کے دور میں بھی صحابہ کرامؓ لکھتے تھے اور پھر اللہ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان!

"اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ" ①

" ہم نے یہ نصیحت نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں"

اللہ تعالیٰ جس چیز کی حفاظت کا ذمہ لے لے تو اسے پوری دنیا والے ملکر بھی ختم کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی حفاظت دو طرح سے ہوئی ہے۔

1- تعلیم اور عمل کے ذریعے 2- کتابت کے ذریعے

1- حفاظت حدیث تعلیم اور عمل کے ذریعے:

اللہ نے نبی ﷺ کو قرآن کی وضاحت کرنے کی ذمہ داری دی اور نبی ﷺ نے اپنی ذمہ داری کو نبھایا اور صحابہ کو قرآن کی تعلیم دی اور ان تعلیمات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عمل کیا اور اس طرح تعلیم اور عمل کا سلسلہ بحمد للہ اب تک چلا آرہا ہے۔

بہت سی احادیث ایسی ہیں جن پر یہ منکرین حدیث بھی عمل کرتے ہیں اور اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ حدیث کو نہ ماننے والے جب نبی ﷺ کی احادیث کی

---

① حجر :9

حفاظت عمل کے ذریعے کر سکتے ہیں تو پھر حدیث کو ماننے والے کیوں اسکی حفاظت نہیں کر سکتے ؟

مثلاً: دوعیدیں، ختنہ کرنا، بغل اور زیر ناف بال صاف کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ان سب پر منکرین حدیث عمل کرتے ہیں حالانکہ انکا ذکر قرآن میں نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ہے۔

اسی طرح یہ تعلیم اور عمل کا سلسلہ نبی ﷺ کے دور سے لیکر اب تک چلا آرہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا

1-قبیلہ عبد القیس کے لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو بہت سے امور دین کی تعلیم دی اور پھر فرمایا!

" احفظوه و اخبروه من ورآءَ کم" ①

" ان کو یاد کرلو اور اپنے پیچھے والوں کو بھی اس سے مطلع کر دینا"

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ خود صحابہ کرام کو احکامات بتاتے ہوئے یاد کرنے کا حکم دیتے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جو موجود نہ ہوتے ان تک بھی پہنچانے کا حکم دیتے تھے۔

2- یمن کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا!

ابعث معنا رجلا یعلمنا السنة و الاسلام فبعث ابا عبیدة بن الجراح ②

" آپ ہمارے ساتھ ایسا آدمی بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام سکھائے لہذا نبی ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح کو بھیج دیا"۔

یہ بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ نبی ﷺ صرف صحابہ کرام کو دینی احکامات نہیں

---

① صحیح بخاری ، کتاب العلم باب تحریض النبی ﷺ وفد عبد القیس علی ان یحفظو ا

② صحیح مسلم کتاب الفضائل . باب من فضائل ابی عبیدة بن الجراح

سمجھاتے تھے بلکہ دیگر علاقوں میں بھی صحابہ کرام کو بھیجتے تاکہ ان کو بھی وہ احکامات سکھائیں۔

3- ضمام بن ثعلبہؓ کو اپنی قوم والوں نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ وہ دینی احکامات سیکھیں اور پھر ہمیں آکر سکھائیں۔

لٰہذا وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کیے اور وہ سوالات نبی ﷺ کی رسالت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے متعلق تھے۔ نبی ﷺ نے جب جوابات دے دیے تو ضمام بن ثعلبہؓ نے کہا کہ !

" امنت بما جئت به و انا رسول من ورآئیی من قومی " .

" آپ ﷺ (اللہ کے پاس سے) جو حکم لائے ہیں میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے بھیجا گیا ہوں "۔

4- عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور فرماتے کہ !

" کان النبی ﷺ یتخولنا بها مخافة السآ مة علینا ".①

" نبی ﷺ موقع دیکھ کر ہمیں نصیحت کرتے تھے (روزانہ نہیں کرتے تھے) اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں ہم اُکتا نہیں جائیں "

یعنی نبی ﷺ نے لوگوں کو مسائل وغیرہ سمجھانے کیلئے دن مقرر کیے تھے اور ان دنوں میں لوگوں کو دینی مسائل سمجھاتے تھے اور پھر صحابہ سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرتے تھے اور اسی طرح تعلیم اور عمل کا سلسلہ اس وقت سے لے کر اب تک جاری ہے۔ الحمدللہ

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جو لوگ موجود نہیں ہوتے نبی ﷺ ان تک پہنچانے کا بھی حکم دیتے۔

5- رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو چند باتیں بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا!

---

① صحیح بخاری . کتاب العلم ، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة

" لیبلغ الشاهد الغائب فان الشاهد عسی ان یبلغ من هو اوعی له منه" ①

" حاضر کو چاہیے کہ غائب (جو موجود نہیں ہیں) کو میری باتیں پہنچادے اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ میری باتوں کو محفوظ کر سکے "۔

کس قدر نبی ﷺ کی احادیث کی حفاظت کا اہتمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے۔

6- عن انس عن النبی ﷺ انه کان اذا تکلم بکلمة اعادها ثلاثا حتی تفهم عنه ، و اذا أتی علی قوم فسلم علیهم سلم علیهم ثلاثا" ②

" انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی کوئی بات فرماتے تو تین بار دہراتے تاکہ لوگ اس کو خوب سمجھ لیں اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے ان کو سلام کرتے تو تین بار کرتے "۔

صحابہ کرام اس انتظار میں رہتے کہ نبی ﷺ کی زبان سے کچھ الفاظ ادا ہوں اور ہم انہیں یاد کرلیں۔تو وہ نبی ﷺ کی زبان سے ادا ہونے والا تکرار کے ساتھ جملہ کتنی مضبوطی اور اچھی طرح سے یاد کرتے ہونگے۔

اور صرف یہی نہیں کہ نبی ﷺ مردوں کو دینی مسائل سمجھاتے بلکہ عورتوں کو بھی دینی مسائل سمجھایا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

"7- عن ابی سعید الخذری : قال ، قالت النساء للنبی ﷺ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدهن یوما لقیهن فیه فوعظهن و امرهن" ③

---

① صحیح بخاری . کتاب العلم ، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعی من سامع
② صحیح بخاری . کتاب العلم ، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفهم
③ صحیح بخاری . کتاب العلم ، باب هل یجعل للنساء جدة فی العلم

"ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مرد آپکے پاس آنے میں ہم پر غالب ہوئے تو آپ ﷺ اپنی طرف سے خاص ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیجئے ۔تو آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔اس دن ان کو نصیحت کرتے اور شریعت کے احکامات بیان فرماتے"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی احادیث کی حفاظت صرف مردوں نے نہیں بلکہ عورتوں نے بھی عمل کے ذریعے کی ہے اور بحمد للہ اب تک نبی ﷺ کی احادیث کی حفاظت عمل کے ذریعے ہو رہی ہے۔

صحابہ کرام اتنے اہتمام سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یاد کرتے تھے اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ نبی ﷺ کی احادیث پر پابندی سے عمل کرنے والے تھے۔

مگر افسوس کہ آج منکرین حدیث اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی احادیث کی حفاظت نہیں ہوئی اور کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس میں اپنی طرف سے من گھڑت باتیں شامل کر دی ہیں ۔ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھے اور مسلمانوں کو اسکا علم نہ ہو سکے۔جبکہ اللہ نے حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو پھر اللہ سے بڑھ کر بہتر محافظ کون ہو سکتا ہے؟

2- حفاظت حدیث کتابت کے ذریعے:

منکرین حدیث ایک حدیث پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" لا تکتبو ا عنی غیر القرآن و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه"

"مجھ سے قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز نہ لکھواور جس نے قرآن کے علاوہ کوئی چیز لکھی ہو تو اسے مٹا دے"

پہلی بات یہ ہے کہ کیا منکرین حدیث کو اپنے عقیدے کی رو سے بطور دلیل

حدیث پیش کرنا جائز ہے؟ کیا انہیں اپنے اس فعل پر شرم نہیں آئی ؟ اپنے مقصد کے لئے حدیث پیش کرنا جائز ہے لیکن اتباع رسول ﷺ میں حدیث کی طرف رجوع ناجائز۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ منکرین حدیث مکمل حدیث پیش نہیں کرتے۔ پوری حدیث اس طرح ہے کہ :

"عن ابی سعید الخذری ان رسول اللہ ﷺ قال لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر قرآن فلیمحه وحدثوا عنی ولا حرج ومن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار" ①

" ابوسعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" مت لکھو میری طرف سے کچھ بھی، اور جس نے قرآن کے علاوہ میری طرف سے کچھ لکھا ہو تو وہ اس کو مٹا دے۔ البتہ میری حدیث بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

حدیث کے الفاظ سے بات واضح ہو رہی ہے کہ رسول ﷺ نے قرآن کے علاوہ لکھنے سے اسلئے منع فرمایا تھا کہ کہیں کلام اللہ اور میرا کلام خلط ملط نہ ہو جائے۔ اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے فرمودات لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہم سے پوچھا " کیا لکھ رہے ہو؟" ہم نے جواب دیا جو ہم آپ سے سنتے ہیں وہ لکھ رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اکتاب غیر کتاب اللّٰہ امحضوا کتاب اللّٰہ و اخلصوه " ②

---

① صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب التثبت فی الحدیث و حکم کتابة العلم
② مسند احمد 12/3 حدیث 11092)

کیا اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب لکھی جارہی ہے۔ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کر لو اور اسے خالص رکھو"

اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر سامنے آئی کہ قرآن کے علاوہ لکھنے سے کیوں منع فرمایا تھا؟

اور جب یہ خطرہ ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو منع نہیں کیا۔ پھر اس کے علاوہ دیگر ایسی احادیث ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا ہے۔

1- " عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی بات سنتا تو اسے یاد کرنے کیلئے لکھ لیا کرتا پھر مجھے قریش نے لکھنے سے منع کیا اور کہا کہ تم رسول ﷺ سے ہر بات لکھتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ انسان ہیں کبھی غصے کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں۔ لہٰذا میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

" اکتب فوالذی نفسی بیدہ ! ما یخرج منہ الا حق"①

"تم لکھ لیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس زبان سے سوائے حق کے کوئی بات نہیں نکلتی"

اس حدیث میں واضح طور پر رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا ہے۔

لہٰذا یہ بات بالکل غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں بھی صحابہ کرام سے احادیث تحریر کروائیں:

2- عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

---

① ابو دائود کتاب العلم باب کتابة العلم

" كتب رسول الله ﷺ كتاب الصدقة" ①

رسول اللہ ﷺ نے زکوٰت کے بارے میں کتاب تحریر کروائی۔

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ کتابت حدیث رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں تھی۔

3- عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک کتاب تھی اور فرماتے:

" هذا ما كتب لى رسول الله ﷺ" ②

یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے لکھ کر مجھے دی تھی

4- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

" كتب النبى ﷺ على كل بطن عقوله ثم كتب انه لا يحل ان يتولى مولىٰ رجل مسلم بغير اذنه ثم اخبرت انه لعن فى صحيفته من فعل ذلك"

" نبی ﷺ نے تحریر لکھوائی کہ ہر قبیلہ پر اس کی دِیَت واجب ہوگی پھر لکھوایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کے غلام کا مولیٰ بن جائے بغیر اسکی اجازت کے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی کتاب میں اس شخص پر لعنت کی ہے جو ایسا کرے"

یعنی نبی ﷺ نے احکام و مسائل پر مبنی تحریریں اپنی نگرانی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے لکھوائیں جن کو صحابہ نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔

5- ایک اور روایت میں ہے کہ حماد کہتے ہیں میں نے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک کتاب لی جس کے متعلق وہ فرماتے تھے کہ اس کتاب کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لکھا اور اس کتاب پر رسول اللہ ﷺ کی مہر مبارک تھی۔ جب انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقات وصول کرنے والا بنا کر بھیجا تھا تو ان کو یہ کتاب تحریر فرما کر عنایت فرمائی

---

① ابوداؤد، كتاب الزكواة . باب فى زكواة السائمة

② ترمذی، ابواب الدعوات باب ماجاء فى عقد التسبيح باليد

تھی۔ ①

6- اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ابن شہاب رحمہ اللہ نے فرمایا:

" هذه نسخة كتاب رسول الله ﷺ الذی کتبه فی الصدقة وهی عند آل عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه" ②

یہ نسخہ اس کتاب کی نقل ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کے بارے میں تحریر فرمایا تھا اور وہ تحریر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے پاس تھی"

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نبی ﷺ کی تحریروں کو اس قدر محفوظ رکھتے تھے کہ انکے بعد انکی اولاد بھی ان تحریروں کی حفاظت کرتی تھی۔

7- قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن قیس بن عباد قال انطلقت انا و الا شتر الیٰ علی رضی الله تعالیٰ عنه فقلنا هل عهد الیک نبی ﷺ شیا لم یعهده الی الناس عامة قال لاالا ما کان فی کتابی هذا فا خرج کتابا من قراب سیفه فاذا فیه " المومنون تکافو دماء هم"

قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور اشتر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے کوئی خاص وصیت کی ہے جو اوروں کو نہیں کی ہو؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں مگر جو میری اس تحریر میں ہے۔ پھر ایک نوشتہ تحریر اپنی تلوار کے نیام سے نکالی اور اس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔ ③

ان تمام روایات سے منکرین حدیث کی اس بات کا رد ہوتا ہے کہ احادیث نبی ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال بعد لکھی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر بیشمار دلائل اس موضوع پر موجود ہیں مگر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف انہی پر اکتفا کیا ہے۔

---

① ابو دائود ، کتاب الزکواۃ ، باب فی زکوٰۃ السائمه
② ابو دائود ، کتاب زکواۃ ، باب فی زکوٰۃ السائمه
③ سنن نسائی، کتاب القسامه ، باب لقود بین الاحرار و الممالیک فی النفس

تیسرا حصہ

احادیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلے حصہ میں حدیث کے وحی الٰہی ہونے پر صرف قرآن سے دلائل پیش کیئے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں حفاظت حدیث پر دلائل دیئے گئے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حدیث وحی ہے اور پھر اس وحی کی حفاظت بھی ہر دور میں ہوتی رہی ہے تو پھر اسکے بعد کسی بھی طرح کا اعتراض ذہن میں آنا نہیں چاہیے۔

لیکن پھر بھی دل کے مزید اطمینان کیلئے چند اعتراضات کے جوابات پیش خدمت ہیں۔

معترضین کے اعتراضات ذکر کرنے سے پہلے ایک بنیادی اصول ذہن نشین کر لیں کہ ہمارے لئے حجت صرف وہی احادیث ہیں جو صحیح اور اس کی اقسام میں شامل ہیں۔ منکرین حدیث نے بہت ساری ضعیف اور موضوع روایات پر بھی اعتراضات کیے ہیں جو کہ سراسر لغو اعتراضات ہیں اس لیے کہ ضعیف اور موضوع روایات محدثین کے ہاں حجت نہیں ہیں۔ لیکن منکرین حدیث کو اصول حدیث کا کیا علم؟

اعتراض نمبر 1: "نبی ﷺ کا فرمان " جب میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اسے قرآن پر پیش کرو پس اگر وہ قرآن کے مطابق ہو تو قبول کرلو اور اگر قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ ①

جواب: 1- منکرین حدیث کو اس بات پر شرم نہیں آئی کہ ایک طرف تو احادیث کو ڈھائی سو سال بعد کی پیداوار اور عجمیوں کی سازش کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور دوسری طرف اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے اور اپنے مطلب کیلئے حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔

---

① اسلام کے مجرم صفحہ نمبر 15

2- منکرین حدیث ان احادیث پر اعتراض کرتے ہیں جن کی صحت پر پوری امت کا اجماع ہے اور ان روایات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جن کے موضوع ہونے پر اجماع ہے۔

اسکی اصل وجہ صرف اور صرف مطلب پرستی ہے۔

یہ روایت امام شافعی کی کتاب **"الرسالة"** میں مذکور ہے۔ اس روایت کے بارے میں " یحی بن معین فرماتے ہیں " اس حدیث کو زنادقہ نے گھڑا ہے ۔ لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے۔ ①

اسلئے منکرین حدیث کی یہ دلیل سراسر جھوٹی اور صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے ہے۔

منکرین حدیث سے گزارش ہے کہ پہلے احادیث کا مطالعہ کریں ۔ اسکے بعد اگر ذہن میں کوئی اعتراض آئے گا تو جواب بھی خود بخود ان شاء اللہ ذہن میں پیدا ہو جائیگا۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 2: "خولة بنت حکیم نے خود کو رسول اللہ ﷺ کیلئے تحفتاً پیش کیا"۔ ②

جواب : منکرین حدیث اس حدیث کو ادھوری اور غلط ترجمے کے ساتھ پیش کرتے ہیں جس سے ان کا فتنہ پرور اور فسادی ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں اس طرح ہے۔

"كانت خولة بنت حكيم من اللائى وهبن انفسهن للنبى ﷺ فقالت عائشة اما تستحى المرأة ان تهب نفسها للرجل فلما نزلت (ترجى من تشاء منهن) قلت يا رسول ما ارى ربك الا يسارع فى هواك " ③

---

① تذكرة الموضوعات صفحه 28)
② اسلام کے مجرم صفحہ 27
③ صحيح بخارى . كتاب النكاح ، باب هل للمرأة ان تهب نفسها لاحد

ترجمہ: خولۃ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے اپنے آپکو رسول اللہ ﷺ کیلئے ہبہ کیا تھا۔ پس عائشہؓ نے فرمایا کہ عورت کو ایسا کرنے میں حیا نہیں آئی؟ جب یہ آیت نازل ہوئی (جس کو آپ چاہیں دور کر دیں اور جسے چاہیں قریب کر دیں) تو عائشہؓ نے کہا، اے اللہ کے رسول میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے"۔

اور اس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے۔ اللہ کا فرمان!

وَامْرَاۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ①

وہ مومنہ عورت بھی جو اپنے آپکو نبی ﷺ کیلئے ہبہ کر دے اور نبی ﷺ اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں تو یہ رعایت صرف آپ (ﷺ) کیلئے ہے کسی مومن کیلئے نہیں۔

اور جب **خولۃ** نے اپنی ذات نبی ﷺ کو ہبہ کی تو اسکی اجازت کیلئے یہ آیت نازل ہوئی "**تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَ تُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ**" یعنی آپ جس بیوی کو چاہیں علیحدہ رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں"۔

اور عائشہؓ نے حیا والا جملہ اسلئے کہا تھا کہ اس وقت آیت نازل نہیں ہوئی تھی پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو عائشہؓ خاموش ہوگئیں۔ واللہ اعلم

یہ اس حدیث کی مکمل وضاحت ہے جس میں ہبہ کا معنیٰ و مفہوم بھی سمجھ میں آرہا ہے کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد بھی اگر کسی کے ذہن میں کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے تو یہ حدیث کی خرابی نہیں ہے بلکہ اسکے ذہن کی خرابی ہے۔

اعتراض نمبر 3: نبی ﷺ نے فرمایا" ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اسکے اوپر

---

① سورۃ الاحزاب آیت 50

سات پہاڑی بکرے ہیں ان بکروں کے اوپر عرش الٰہی ہے"۔

اگر ہندو کہے کہ زمین گائے کے سینگوں پر قائم ہے تو اعتراض کیوں؟①

جواب: منکرین حدیث کی کم علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نہ تو انکا حدیث پر مطالعہ ہے اور نہ ہی صحیح اور ضعیف کی پہچان ہے۔ کسی بھی حدیث کو صرف سرسری پڑھ کر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر منکرین حدیث کسی بھی حدیث کو پڑھنے کے بعد اس پر تدبر اور تحقیق کریں تو ان شاء اللہ کسی بھی قسم کا اعتراض ان کے ذہنوں میں جگہ نہیں لے سکے گا۔

یہ حدیث " جامع ترمذی، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ آل عمران " میں موجود ہے۔ امام بخاری نے اس پر کلام کیا ہے (تاریخ الکبیر جلد نمبر 5) اور علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے (ضعیف ترمذی)۔ امام نسائیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 517) اسلئے یہ روایت ضعیف ہے قابل قبول نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ روایت ضعیف ہے تو پھر اس پر کوئی اعتراض کرنا جہالت اور کم علمی ہے۔

اعتراض نمبر 4: " عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر 6 سال تھی اور جب ان سے خلوت کی گئی تو ان کی عمر 9 سال تھی"۔

قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کیلئے لازم ہے۔②

جواب: یہ حدیث **" صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الأب ابنة من الامام"** میں ہے۔

---

① اسلام کے مجرم صفحہ27
② اسلام کے مجرم صفحہ 31

منکرین حدیث نے یہاں اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے کہ " قرآن کے مطابق نکاح کیلئے بلوغت لازم ہے"۔

اس لزوم کا ذکر پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ منکرین حدیث کا جھوٹ ہے۔

بلکہ قرآن میں اس بات کی دلیل ہے کہ نابالغہ کا نکاح ہوسکتا ہے۔

اللہ کا فرمان ! وَالّٰٓـِٔیۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ط ①

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع نہ ہوا ہو۔

اس آیت میں اللہ نے نابالغہ کے طلاق کی عدت بیان کی ہے اور طلاق نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے۔

اس لئے یہ آیت اس بات کی بالکل واضح دلیل ہے کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے اور نکاح کے لئے بلوغت شرط ہے۔ تو غیر مسلموں کو قرآن پر اعتراض کا موقعہ مل جائے گا کہ اسلام میں نکاح کیلئے بلوغت شرط ہے تو اللہ نے نابالغہ کے طلاق کی عدت کیوں بیان کی ہے؟

منکرین حدیث کے پاس سوائے سر جھکانے کے اسکا کوئی جواب نہیں ہے۔

جبکہ حدیث کو ماننے والوں کے پاس جواب کے طور پر یہ حدیث ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے نابالغہ سے نکاح کیا ہے لہذا یہ اعتراض فضول ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بلوغت کی کوئی خاص اور متعین عمر نہیں ہے بلکہ یہ بلوغت ہر علاقے کی آب و ہوا اور انکی خوراک کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ بعض سرد علاقوں میں لڑکیاں دیر سے بالغ ہوتی ہیں جبکہ بعض گرم علاقوں میں لڑکیاں بہت جلدی بالغ ہو جاتی ہیں۔

---

① سورة الطلاق آیت نمبر 4

عرب چونکہ بہت گرم ملک ہے اور عربوں کی خوراک بھی کھجور اور زیتون ہوتی ہے اسلئے وہاں لڑکیاں بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا 9 سال کی عمر میں کسی لڑکی کا بالغ ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 5: " ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں اور عائشہؓ کے بھائی عائشہؓ کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا انہوں نے غسل کر کے دکھایا اور اپنے سر پر پانی بہایا۔ ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل تھا "۔①

جواب: یہ حدیث **" صحیح بخاری کتاب الغسل باب الغسل با الصاع و نحوہ "** میں ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ سوال کرنے والے کوئی غیر محرم نہیں تھے۔ ایک بھائی اور دوسرا بھانجہ تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ انکا سوال نہانے کے طریقے کے بارے میں نہیں تھا بلکہ " غسل النبی ﷺ " نہانے کے پانی کے بارے میں تھا۔ اگر منکرین حدیث تھوڑی بہت بھی عربی جانتے ہوتے تو کبھی یہ اعتراض نہیں کرتے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر باب باندھا ہے **" باب الغسل با الصاع ونحوہ "** یعنی غسل کرنا ایک صاع پانی سے " امام بخاری کے اس باب باندھنے سے ہی اسکا معنی واضح ہو جاتا ہے۔

اسکے علاوہ " صحیح بخاری **" کتاب الغسل باب من افرغ بیمینہ علی شمالہ "** میں " غسل " پانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ **" وضعت لرسول اللہ ﷺ غسلا "** میں نے **رسول اللہ ﷺ کیلئے پانی رکھا"**

لہذا یہ بات معلوم ہوگئی کہ انہوں نے غسل کے پانی کی مقدار کے بارے میں

---

① **اسلام کے مجرم صفحہ 45**

سوال کیا تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ عائشہؓ نے ان کو زبانی غسل کے بارے میں بتایا تھا پھر جب انہوں نے تعجب کیا کہ اتنے کم پانی سے غسل کیسے ہوسکتا ہے؟ تو عائشہؓ غسل خانہ گئیں اور غسل کیا اور آ کر بتایا کہ جس طرح میں نے غسل کیا ہے۔ اس طرح نبی ﷺ نے بھی اتنے پانی سے غسل کیا ہے

اسکی وضاحت صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ :

"ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل کرتے تو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے اور اس پر پانی بہا کر گندگی کو دھوتے اور پھر فارغ ہو کر اپنے سر پر پانی بہاتے" ①

اس حدیث سے مسئلہ بالکل واضح ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ نے پہلے ان کو زبانی سمجھایا اور اسکے بعد غسل خانہ میں جا کر غسل کیا اور رہی بات غسل خانہ کی تو اس وقت گھروں میں اسی طرح غسل خانے ہوا کرتے تھے کہ چاروں طرف چادریں باندھ لیا کرتے تھے اور وہ چادریں ایسی ہوتی تھیں کہ ان میں جسم نظر نہیں آتا تھا۔

یہ اس حدیث کی مکمل وضاحت ہے اسکے بعد بھی اگر کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے تو ہم صرف اسکی ہدایت کیلئے دعا کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 6: "نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے بیوی میں، گھر میں اور گھوڑے میں" ②

جواب: یہ حدیث "**صحیح بخاری کتاب الطب باب لاعدوی**" میں ہے۔

ایک عام اصول ہے کہ ایک آیت دوسری آیت کی وضاحت کرتی ہے۔ اور اسی طرح ایک حدیث دوسری حدیث کی وضاحت کرتی ہے۔

یہی حدیث صحیح بخاری میں "**کتاب النکاح باب مایتقی من الشوم المراۃ**" میں وضاحت کے ساتھ ہے کہ !

" ان کام الشوم فی شیٔ ففی الدار والمرأۃ و الفرس "

---

① **صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ**

② **اسلام کے مجرم صفحہ 37**

"اگر نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی"

اس حدیث نے پہلی حدیث کی وضاحت کر دی کہ نحوست کی کوئی حقیقت نہیں ہے اگر نحوست کی حقیقت ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی کیونکہ یہ تینوں گھر، عورت اور گھوڑا عربوں کو بہت محبوب تھے۔

اسلئے کسی بھی حدیث پر اعتراض کرنے سے پہلے اس حدیث کا خوب مطالعہ کر لینا چاہیے اگر یہی طریقہ کار رہا کہ ایک حدیث پڑھ لی اور اس پر اعتراض کرنے لگے تو پھر قرآن بھی اس طرح کے اعتراضات سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 7: "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا اور رسول اللہ ﷺ اختلاط کرنا چاہتے تو حیض کے غلبہ کے دوران ازار باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اختلاط فرماتے" قرآن اس سے منع کرتا ہے۔①

جواب: پہلے تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ قرآن نے کس چیز سے منع کیا ہے؟

اللہ کا فرمان !**وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ه②**

ترجمہ: **اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے! حیض ایک تکلیف ہے اس لیے حیض کے دوران عورتوں سے دور رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہیں جاؤ اور پاک ہونے کے بعد ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے"۔**

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ حیض ایک طرح کی تکلیف ہوتی ہے اسلئے اس میں بیویوں سے جماع کرنے سے منع کیا ہے۔

اس آیت میں قریب جانے کا مطلب ہے جماع کرنا، وگرنہ بیماری میں اگر بیمار سے بالکل دور رہا جائے تو اس سے بیمار کو اور تکلیف ہوتی ہے۔

---

① اسلام کے مجرم صفحہ 46
② سورۃ بقرۃ آیت نمبر 222

منکرین حدیث کی کم علمی اور عربی سے ناواقفیت کی بناء پر یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ وہ " مباشرت" کا معنی " جماع " کرتے ہیں جو کہ اصلی اور حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی ہے۔جبکہ " مباشرت " کا اصلی اور حقیقی معنی ہے **"المس بالید من اللمسس"** یعنی صرف ہاتھ سے چھونا یا دو جسموں کا ملنا۔ ①

اور حدیث پر غور کرنے سے بھی اسکا معنی بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

" عائشہ ؓ فرماتی ہیں، **کان یا مرنی فأتذر فیبا شرنی وانا حائض"**

" کہ حیض کی حالت میں مجھے تہبند باندھنے کا حکم دیتے اور پھر مجھ سے مباشرت کرتے اگر مباشرت سے مراد جماع ہے تو پھر نبی ﷺ تہبند باندھنے کا کیوں حکم دیتے؟

"جب مباشرت کا معنی معلوم ہو گیا تو اب حدیث کا ترجمہ یوں ہو گا۔

" کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں بوسہ دیتے اور ہاتھ لگاتے تھے اور پیار کرتے تھے" اب کھلے ذہن سے اس حدیث پر غور کریں گے تو ان شاء اللہ کوئی اعتراض ذہن میں پیدا نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 8: " رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوزتا ہوا یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

یہ سرکار دو عالم ﷺ کی زبان ہو سکتی ہے؟ **(اسلام کے مجرم صفحہ 42)**

جواب: ان الفاظ پر تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن الکریم میں شیطان کیلئے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اللہ کا فرمان! **قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝** ②

ترجمہ : اس (جنت) سے نکل جا تو مردود ہے۔

دوسری جگہ فرمایا!

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ ③

---

① عون المعبود

② سورۃ الحجر آیت 34 ③ سورۃ القلم آیت 13

ترجمہ : گردن کش پھر ساتھ ہی بے نسب ہو۔

اللہ نے شیطان کو مردود کہا ہے اور بے نسب یعنی حرامی بھی کہا ہے اور شیطان ہے بھی انہی الفاظ کے لائق۔ اب منکرین حدیث کا اعتراض ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ شیطان کو برے الفاظ سے پکارنے میں ان کو کیا تکلیف ہو رہی ہے۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 9: "رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے! **من بدل دینه فاقتلوه** " جو شخص دین اسلام چھوڑ جائے تو اسے قتل کر دو۔

قرآن کہتا ہے کہ "**لا اکراه فی الدین** " دین میں زبردستی نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث قرآن کے خلاف ہے۔

جواب: منکرین حدیث پہلے آیت کو اچھی طرح سمجھیں پھر حدیث کو سمجھیں اسکے بعد اعتراض کریں۔

یہ آیت سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 256 ہے۔ اس آیت کا معنی مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اور حدیث میں ہے کہ جو اپنی مرضی سے اسلام لے آئے تو پھر وہ اسلام کو چھوڑ نہیں سکتا اور اگر کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا۔

اب منکرین حدیث بتائیں کہ یہ حدیث کس طرح قرآن کی آیت کے خلاف ہے؟ دونوں الگ مسئلے ہیں۔ اسلئے دونوں کیلئے الگ الگ حکم ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی اس بات پر بھی اعتراض کرے کہ جب اسلام اپنی مرضی سے قبول کیا ہے تو پھر اپنی مرضی سے چھوڑ کیوں نہیں سکتا؟ اس کا جواب قرآن کریم میں ہی موجود ہے۔

اللہ کا فرمان! **وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝** ①

ترجمہ : اور اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ صبح کے وقت اس چیز پر ایمان لے آؤ جو ایمان والوں پر نازل کی گئی ہے اور شام کے وقت اس کا انکار کر دو تاکہ

① آل عمران 72

(مسلمان) واپس لوٹ جائیں۔

یہ اہل کتاب کی ایک چال تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے انکی ان چالوں کو ناکام کرنے کیلئے اس قانون کو نافذ کر دیا کہ "جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو"۔

اس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمان ان کی سازشوں سے محفوظ ہو گئے ۔اس قانون کے کتنے فوائد ہیں اس پر غور وفکر کرنے سے ہی سمجھ میں آتا ہے۔

اور اگر یہ قانون نہ ہوتو غیر مسلم بڑی آسانی سے مسلمانوں کے گروہوں میں شامل ہوکر انکے راز جاننے کے بعد ان کو بہت بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں اور یہی قانون ہر ملک کی فوج میں شامل ہے کہ وہ زبردستی کسی کو اپنی فوج میں شامل نہیں کرتے ۔لیکن جو اپنی مرضی سے فوج میں شامل ہو جاتا ہے تو پھر اسے چھوڑنے کی اجازت نہیں ہوتی کیونکہ اس سے فوج کو بہت بڑے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔

اسلئے اسلام کا کوئی بھی حکم فضول نہیں ہے بلکہ اس میں مسلمانوں کیلئے بے شمار فوائد ہیں۔

لہٰذا قرآن کی آیت اس بات کا حکم دیتی ہے کہ کسی بھی شخص کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور حدیث یہ حکم دیتی ہے کہ کسی کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائیگا لیکن اگر کوئی اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو جائے تو پھر اسے واپس کفر کی طرف پلٹنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر کوئی واپس کفر کی طرف پلٹ جائے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر 10: "حدیث معراج پر اعتراض"

موسیٰؑ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ تمہاری امت 50 نمازیں نہیں پڑھ سکے گی اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کے کم کرواؤ۔ پھر اس طرح کرتے کرتے رسول اللہ ﷺ نے آخر میں پانچ نمازیں کروائیں۔

یعنی اس بات کا علم نہ اللہ کو تھا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کو کہ 50 نمازیں امت پر بھاری ہونگی یہ تو پھر موسیٰؑ کا کمال ہوا۔

جواب: (1) منکرین حدیث کی ان لفاظیوں پر افسوس ہوتا ہے کہ کس قدر یہ لوگوں کو اسلام سے متنفر کر رہے ہیں کاش کہ یہ اعتراض کرنے سے پہلے خوب مطالعہ کرتے تو ان کے ذہنوں میں یہ شیطانی سازشیں جگہ نہ لیتیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ یہ امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بہت محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے التجا کریں۔

اللہ تعالیٰ خود ہی ایسا حکم نہیں دیتا جو اس کے بندوں پر دشوار ہو۔

اللہ کا فرمان **اِیُرِ یدُاللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ** ①

ترجمہ: **"اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا"۔**

مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ یہ بندے اس سے التجا کریں اور پھر وہ اپنے بندوں پر تخفیف کرے اور ان پر احسان کرے۔

اس کے علاوہ اس اعتراض کا جواب قرآن کریم میں بھی ہے۔

موسیٰؑ نے اللہ سے کہا!

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ۝ ھٰرُوْنَ اَخِی۝ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ۝ وَاَشْرِکْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ②

ترجمہ: **"اے اللہ میرے اہل میں سے میرا وزیر بنا دے۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو اس کے ذریعے مجھے قوت عطا فرما اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔**

کیا منکرین حدیث یہاں یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ **" کیا اللہ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ موسیٰؑ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتے "؟**

اور پھر جب موسیٰؑ نے توجہ دلائی تو اسکے بعد اللہ نے ہارونؑ کو بھی رسول بنا دیا؟

اللہ کو یہ علم تھا کہ موسیٰؑ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتے لیکن اللہ چاہتا ہے کہ میرے بندے مجھ سے التجا کریں اور پھر جب موسیٰؑ نے التجا کی تو اللہ نے انکی التجا سن لی اور ہارونؑ کو بھی رسول بنا دیا۔ یہی وضاحت معراج والی حدیث کی بھی ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ 50 نمازیں اس امت پر بھاری ہیں لیکن اللہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ

---

① **سورۃ البقرہ آیت 185**

② **طحہ 29 تا 32**

مجھ سے التجا کریں پھر جب رسول اللہ ﷺ نے التجا کی تو اللہ نے التجا سن لی اور نمازوں میں تخفیف کر دی ۔ واللہ اعلم

جواب: (2) اسی طرح قرآن مین ناسخ ومنسوخ کی مثالیں :

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان !

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْئَٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ①

ترجمہ : روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کی اجازت ہے۔تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے ۔

ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ روزہ افطار کرنے کے بعد عشاء کی نماز یا سونے تک کھانے پینے اور بیوی سے ملنے کی اجازت تھی ،سونے کے بعد ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا جا سکتا تھا۔لیکن یہ پابندی سخت تھی اور اس پر عمل مشکل تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ دونوں پابندیاں اٹھالیں اور افطار سے لیکر صبح صادق تک کھانے پینے اور بیوی سے ملنے کی مرحمت فرما دی

منکرین حدیث کو سوچنا چاہئے کہ ان کا یہ اعتراض قرآن پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ کیا پہلے اللہ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ پابندیاں میرے بندوں پر مشکل ہونگی ؟ اس کی وضاحت یہ ہے کہ انسان جب کسی مشکل سے آسانی کی طرف آتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے اور اس آسانی پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور عمل میں اور آگے بڑھ جاتا ہے۔اس لئے یہاں مقصود بھی یہی ہے کہ بندے خوش ہو جائیں اور اللہ کا ان پر احسان

① البقرۃ 187

بھی ہو جائے۔

دوسری مثال : اللہ تعالیٰ کا فرمان

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا ط فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ ①

ترجمہ : اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے، اور وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہونگے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت سے پہلی والی آیت میں اللہ نے فرمایا کہ " اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہونگے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر سو ہونگے تو ایک ہزار پر غالب آجائیں گے"۔

لیکن اس آیت میں اللہ نے تبدیلی کر دی اور فرمایا کہ " اگر سو صبر کرنے والے ہونگے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر ایک ہزار ہونگے تو وہ دو ہزار پر غالب آجائیں گے"۔

اس طرح یہ اعتراض اس آیت پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔

لیکن اس آیت کی وضاحت اسی آیت کے اندر ہے کہ جب مسلمانوں کے اندر کچھ کمزوری پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ واللہ اعلم

﴿☆☆☆☆﴾

① سورۃ الانفال 66

حدیث بھی قرآن ہی کی طرح حجت شرعیہ ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (الاحزاب ۲۱)

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات گرامی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے''۔

یہ بہترین نمونہ (اسوۂ حسنہ) یقیناً قرآن سے ایک الگ چیز ہے۔لیکن الگ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن کی طرح حجت شرعیہ نہیں، اس لیے کہ وہ الگ ہونے کے باوجود قرآن کی وہ قولی اور عملی تشریح ہی ہے جو وحی الٰہی ہی کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے بیان یا اختیار فرمائی ہے۔ثم ان علینا بیانه (القیامة) وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم)

اس لیے یہ تشریح وتوضیح قرآن بھی، جسے حدیث یا سنت کہا جاتا ہے، قرآن ہی کی طرح حجت شرعیہ ہے۔ ان دونوں کی حیثیت یکساں اور دونوں کا ماننا فرض و واجب ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم اور ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو نہ سمجھا جاسکتا ہے اور نہ اس پر عمل ہی کیا جاسکتا ہے۔

بنا بریں جو لوگ حدیث رسول کی حجیت کے منکر ہیں، یا اس کو مشکوک قرار دے کر یا اپنے خود ساختہ اصولوں کے خلاف باور کرا کر رد کرتے ہیں، وہ نہ قرآن کے ماننے کے دعوے میں سچے ہیں اور نہ ان کا اللہ اور یوم آخرت پر یقین ہی ہے۔ھذا تم اللہ تعالیٰ

صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف

دارالسلام لاہور۔11 اگست 2014ء

حرمین پبلی کیشنز کراچی

0333-3030804,0315-3665366